

اگر تم خود سے باز نہیں آتے تو اللہ اور اس کا رسول سے جنگ کے اعلان جاری

سُود خور سے اللہ اور رسول کا اعلانِ جنگ

besturdubooks.wordpress.com

ترجمہ: محمد عارف رحمانی

پیش کش: دارالافتاء دارالحدیث

پیش کش

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ارشاد ہے :

اسلام کا نظام معیشت

رہا کے لغوی معنی

رہا کے شرعی معنی

حرام سے رہا

آیات و بیانات

احادیث و رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سود لینے دینے پر بہت سخت وعیدیں

اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان جنگ

سود لینے دینے، گھنٹے والوں اور گناہوں پر اللہ کی لعنت

سود کا ایک درجہ پچیس زنا سے بدتر

سود کا گناہ انہی میں سے بدکاری کو نیچے سے اٹھاتا ہے جس پر بہت زیادہ ہے

سود و غور جنت میں نہیں جاسکتا

سود کی تباہ کاریاں

سود و غور مغربی کی تہذیب و تمدن

حرام غور کی پر مزید وعیدیں

اسلام کا نظام معیشت

اللہ تعالیٰ نے آئینہ مسلمہ کو "آئینہ وسط" کا امتیازی تمغہ عنایت فرمایا ہے ایمان و عقائد، مہادات و اعمال، تمدن و معاشرت اور اقتصاد و معیشت فرض زندگی کے ہر شعبے میں ایک خاص اعتدال و توازن کی شان بخش ہے جو اسے دوسری تمام امتوں سے ممتاز کرتی ہے، اس کا نظام معیشت رائج الوقت نظاموں سے الگ تھلک، فطری اصولوں پر مبنی ایک پاکیزہ نظام ہے۔

سرایہ دارانہ نظام میں محدود دسے چند افراد تمام وسائل فروخت پر بلا شرکت غیر کا حصہ ہو کر ساری دولت سمیٹ لیتے ہیں، محصول زور کی خاطر یہ لوگ ہر جائز و ناجائز رواد و نادر و طریقہ اختیار کرتے ہیں، ان کے بنک، افشورنس کمپنیاں اور ادا دوا ہاں کے نام سے کام کرنے والے مختلف ٹرسٹ اور تنظیمیں جو بظاہر عوام کی اسداد و ملک کے ادارے ہیں مگر درحقیقت یہ بھی حصولِ زور ہی کے تھکنے سے ہیں، ان میں اور پرانے ہوا جن طریقے میں کوئی فساد ہے تو بس اتنا کہ ج

ہلانے شکاری خیا جال ڈالنے

اس طبقے کا مطلع نظر فقط مال و زور ہے اس لئے ہمدردی و دردمندی فریب ہر دلی لالہ خدا ترسی ان کے ہاں نہیں اور بے معنی الفاظ ہیں، ان کا مد مقابل نادار اور مفلس طبقہ معاشی لحاظ سے کتنا ہی بے بسی میں چلا جائے، اس کا دیوالہ نکل جائے، اس سے انھیں کوئی سروکار نہیں، یہ ہند گاں ہولاد ہوں و ہا ہرین مکر و فریب کسی کو کھ دیں گے تو معرفت لینے کی خاطر اس لئے یہ طبقہ شخص حکیت کو ہی سرے سے تسلیم نہیں کرتا، یہ دولت و ثروت کے تمام وسائل کو حکومت کی ملک قرار دیتا ہے، اس میں دو رائیں ممکن نہیں کہ اقتصادی نظام کی ترقی و افروز و فی کاسداد و فرد کی محنت پر ہے کہ اسے اپنے جائز مفاد میں کام کا موقع دیا جائے بلکہ انجنت کی جائے مگر اشتراکی نظام ہر فرد سے اس کا یہ جائز اور فطری حق چھین کر اسے مجبور کرتا ہے کہ

ایک بے جان مشین کے کل پرزوں کی طرح کام میں مجتار ہے، جس کا لازمی نتیجہ عوام میں اضطراب و بے قراری، پھر فتنہ و بغاوت اور بلوائے عام کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

اشرک نظام بظاہر سرمایہ دارانہ نظام کا توڑ ہے مگر بنیادی طور پر دونوں میں کوئی فرق نہیں، سرمایہ دارانہ نظام میں چھوٹے چھوٹے سرمایہ دار پوری ملکی معیشت پر چھ کر جمہور کا معاشی انتھال کرتے ہیں، جبکہ اشرک نظام ان چھوٹے سرمایہ داروں کو ختم کر کے ان کی جگہ ایک بڑے سرمایہ دار کو وجود میں لاتا ہے، جو چھوٹے سرمایہ داروں کی بہت کمزیرانہ بے رہی و زندگی کا مظاہرہ کرتا ہے۔

ان دونوں نظاموں کی بنیاد ہی خلافت فطرت ائمہوں پر رکھی گئی ہے۔

ان کے مقابلہ میں اسلام کا معاشی نظام افراد و تفریط سے پاک ایک متوسط اور عادلانہ نظام ہے جس میں فرد کی ملکیت اور اس کے اختیار و تصرف کو پوری طرح تسلیم کیا گیا ہے، مگر ساتھ ہی ساتھ اس پر مناسب پابندیاں بھی عائد کی گئیں تاکہ دولت کے تمام وسائل کا ایک جگہ از کار نہ ہو، جس سے معیشت کے اجتماعی ڈھانچے کو نقصان پہنچے۔

دوسری طرف اس میں حکومت کے اختیارات کی بھی حد بندی کر دی گئی تاکہ وہ فرد کی ملکیت میں دخل انداز نہ ہو۔

اس پاکیزہ نظام میں فساد و جماعت کو مٹانے کی بجائے دونوں کے مفاد کو ایک دوسرے سے وابستہ کر دیا گیا ہے، ایک کی خوشحالی دوسرے کی آسودگی پر موقوف ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ کہ دونوں میں عداوت و رقابت کی بجائے باہم تعاون و توافقی کا جذبہ پرمغان ہوتا ہے۔

پھر اس نظام معیشت کی عمارت کو ہمہ وقت استوار رکھنے کے لئے اسلام نے سخت قوانین وضع کئے اور ان کی خلاف ورزی پر کڑی سزائیں رکھیں۔

ادھکازہ دولت کی روک تھام کے لئے اس نے ہر صاحب مال کو موقع بموقع مال خیرین کرنے کی ترغیب دی، چنانچہ تشرکات و حدیث کے اوراق انفاق فی سبیل اللہ کے فضائل و مناقب اور بھل کی مذمت سے بھرے پڑے ہیں، ہر صاحب نصاب کو زکوٰۃ و صدقات واجبہ نکالنے کا پابند کیا، اگر کوئی دولت مند اپنی دولت کو گردش میں

رکھنے کی بجائے سمیٹ کر بیچیں دیکھتا ہے تو زکوٰۃ اور دوسرے حقوق واجبہ کی ادائیگی میں گھٹتے گھٹتے ایک دن یہ دولت از خود ختم ہو جائے گی۔

دوسری طرف مال کمانے میں بھی اسلام نے کسی فرد کو بے بہار نہیں چھوڑا کہ جن ذرائع سے چاہے دولت سمیٹ کر جمع کر لے، بلکہ اس کے لئے سخت ضوابط رکھے ہیں، اور اکتساب مال کا کوئی ایسا طریقہ روا نہیں رکھا جس میں دوسرے فرد یا جماعت کا نقصان ہو، سود، قمار، رشوت، غصب و خیانت، چوری، ڈکیتی، ناپ تول کی کمی، ناجائز منافع خوری وغیرہ تمام ناجائز ذرائع آمدن پر سختی سے قدغن رکھائی، حقوق باطلہ و فاسدہ کی طویل فہرست ان پر مستزاد ہے۔

اکتساب زر کے تمام ناجائز ذرائع میں سود چونکہ سب سے بدتر اور انسانی حیثیت بلکہ اخلاق و کردار کے لئے ہلک ترین ذریعہ تھا اس لئے اسلام نے سب سے بڑھ کر اسی پر قدغن رکھائی، اس کی تمام صورتوں کو بحر حرام و نجس قرار دے کر سود خور کو اس قدر خوفناک و عیدیں سنائیں کہ اگر کسی میں دانی بھرا احساس آخرت ہو تو بھوکا مر جائے مگر اس گناہ کا خیال تک دل میں نہ لائے۔

”ربا کی تفسیر“

لفظی معنی: کسی چیز کا بڑھنا پھولنا اور زیادہ ہونا۔

شرعیات کی اصطلاح میں اس سے مراد وہ خاص زیادتی ہے جو بغیر کسی مالی عوض کے حاصل کی جائے، اس میں وہ زیادتی بھی داخل ہے جو کسی کو قرض دینے کے بعد اصل سرمایہ کے علاوہ وصول کی جائے جیسے دبا فیسیفہ کہا جاتا ہے، خواہ یہ قرض کسی نفع بخش کاروبار کے لئے دیا جائے یا کسی وقتی ضرورت کے لئے۔

اس کا آج کی طرح زیادہ جاہلیت میں بھی عام رواج تھا۔

اور بیع و شرا کی وہ تمام صورتیں بھی داخل ہیں جن میں بلا عوض زیادتی پائی جاتی ہے جنہیں ذرا الفضل کہا جاتا ہے۔

یہ قسم زیادہ جاہلیت میں رائج نہ تھی، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باشارۃ وحی تصریح فرمادی کہ یہ قسم بھی داخل رہا ہے جن عبادتوں میں الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذی حب بالذہب والفضۃ بالفضۃ والسیور

بالبر والشعیر والشعیر والتمر، بالتمر والملاح مثلاً بمثل سواء بصوادید، امید خافا
 اختلاف هذه الاصناف فیبعوا کیف شئتم اذا کان یندایید (صحیح مسلم ج ۲) وعامة الکتاب
 "سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گندم گندم کے بدلے، جو
 جو کے بدلے، گھجور گھجور کے بدلے، اور نمک نمک کے بدلے برابر سوا
 یکساں اور دست بدست ہونا لازم ہے، لیکن یہ اقسام جب باہم مختلف
 ہوں تو برابر یا کسی بیشی کے ساتھ جیسے چاہو خرید و فروخت کرو، بشرطیکہ معاملہ
 دست بدست ہو۔"

عن ابن سعید القدوسی عن فضیل بن عیاض عن قتاد بن دعیب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 الاذهب بالذهب والفضة بالفضة والتمر بالتمر والشعیر بالشعیر والتمر والملاح
 بالملاح مثلاً بمثل یلاید نعمن زاد او استزاد فقد اربى الاخذ والمعطى فیہ
 سواء (حوالہ بالا)

"سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گندم گندم کے بدلے، جو
 جو کے بدلے، گھجور گھجور کے بدلے، اور نمک نمک کے بدلے برابر سوا
 دست بدست ہو، سو جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا اس نے سود کا گناہ کمایا،
 اس گناہ میں لینے والا اور دینے والا دونوں برابر کے شریک ہیں۔"

اس ارشاد نبوت نے یہ مسئلہ آشکارا کر دیا کہ ربا صرف اسی صورت میں محض نہیں
 کہ کسی کو قرض دے کر صرف مبادلہ کے عوض زیادتی وصول کی جائے، بلکہ زیادتی کی اور بھی
 متعدد صورتیں داخل رہا ہیں، ان کا مرکب بھی مرکب رہا اور تمام قرآنی وحیدوں کا مصداق ہے
 کسی منکر حدیث کو اس سے انکار ہو تو ہو لیکن مسلمان کے لئے یہ قطعاً محل تردد نہیں، البتہ
 اس دوسری قسم کے ربا کی تفصیلات میں اختلاف ہے کہ یہ حکم صرف انہی اشیاء سنتہ میں
 منحصر ہے یا دوسری اشیاء کو بھی شامل ہے۔ اگر شامل ہے تو کس ضابطہ کے تحت؟

ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان اشیاء کی خصوصیت نہیں بلکہ حدیث سے مراد
 ایک ضابطہ ہے جس کی وضاحت کے لئے یہ اشیاء سنتہ بطور مثال ذکر کی گئیں، اس ضابطہ
 حرمت کے بارے میں ائمہ مجتہدین کی آراء مختلف ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔
 مختصر یہ کہ احکامات کے نزدیک تحققِ ربا کی شرط اتحادِ قدر و اتحاد جنس ہے، یعنی کسی

یا دینی اشیاء کا باہم مبادلہ کیا جائے تو ضروری ہے کہ دونوں جانب کی اشیاء برابر سہ برابر اور
معاوضہ دست بدست ہو ورنہ ربا کا گناہ ہوگا، ہاں اگر صرف اتحاد قدر ہے یا صرف اتحاد جنس ہے
تو برابر کی شرط نہیں مگر معاوضہ دست بدست ہونا ضروری ہے۔

مالکیہ کے نزدیک سونے چاندی میں علت حرمت ہی کا قفس ہوتا ہے اور جیسا اشیاء میں حرمت
نسبہ (ادھار) کی علت طعم ہے یعنی کھانے کی تمام اشیاء کے باہمی مبادلہ میں ادھار حرام اور
موجب ربا ہے اور حرمت فضل (کئی بیشی) کی علت اقیات (قدائیت) و ادھار ہے یعنی جو
اشیاء مال کی غذا بنتی ہیں اور ذخیرہ بنکر رکھنے سے گل سڑ کر خراب نہیں ہوتیں ان کے باہمی
مبادلہ میں برابر کی شرط ہے۔

شافعیہ کے نزدیک سونے چاندی میں علت حرمت نقدیہ یا ثمنیہ ہے کہ یہ تمام اشیاء کے
لئے شے ہیں اور باقی چاروں اشیاء میں علت حرمت طعم ہے یعنی خوردنی اشیاء کے باہمی
مبادلہ میں جانشین سے اشیاء کا برابر ہونا اور مبادلہ دست بدست ہونا ضروری ہے ورنہ
ربا کا گناہ ہوگا۔

مذہب حنابلہ میں مشہور روایت تو مذہب حنفیہ کے مطابق ہے یعنی ربا کی علت اتحاد
جنس مع الوزن یا اتحاد جنس مع الکیل ہے، دوسری روایت شافعیہ کے مطابق ہے اھ دوسری
روایت یہ ہے کہ سونے چاندی کے سوا ہتھیار اشیاء میں علت حرمت طعم اور کیل و وزن ہے
یعنی جو خوردنی اشیاء تول کر یا ناپ کر فروخت کی جاتی ہیں صرف ان میں ربا کے حکام جاری
ہوں گے۔

اصحاب فلواہر چونکہ قیاس کے منکر ہیں اس لئے ان کے نزدیک حکم صرف اشیاء ہستہ
میں منحصر ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الفقہ الاسلامی وادلتہ ص ۶۷ ع ۳۔
اب حرمت رہائے متعلق آیات و احادیث ذکر کی جاتی ہیں :

آیات :

① الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِينَ هُمْ يَكْفُلُونَ الشَّيْطَانُ مِنَ
الْمَثَرِ ذُلٌّ لَّكَ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ مِثْلُ الرِّبَا وَمَنْ كَانَ مِنَ الَّذِينَ هُمْ يَكْفُلُونَ فَمِنْهُمْ
مَنْ هَفِظَ مِنْ رَبِّهِ فَمَا تَعْلَمُ لَهُ مَا سَلَفَ وَأَمَّا إِلَى اللَّهِ وَمِنْ حَتَّى قَاتِلُكَ أَصْحَابُ النَّارِ
هَدَفَ بِهَا خَالِدٌ (۳) (۲۷: ۲۷)

”جو لوگ سود کھاتے ہیں نہیں کھڑے ہوں گے مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے ایسا شخص جس کو شہین غنیمت بنا دے بہت کم، یہ سزا اس لئے ہوگی کہ ان لوگوں نے کہا تھا کہ بیج بھی تو مثل سود لگے ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیج کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے، پھر جس شخص کو اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ باز آگئی تو جو کچھ پہلے ہو چکا ہے وہ اسی کارہ اور معاملہ اس کا اللہ کے حوالہ رہا، اور جو شخص پھر عود کرے تو یہ لوگ دوزخ میں جائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے“

اس آیت میں سود خوردی کا عبرت انگیز انجام بیان کیا گیا ہے کہ وہ مشتری اس طرح کھڑے ہوئے جیسے آسیب زدہ بھلی انسان کھڑا ہوتا ہے، چونکہ یہ لوگ دنیا میں حب مال کے مرض میں جنون کی حد تک گرفتار تھے، ایسا جنون جس نے بیج و رہا کا فرق بھی ان پر ادھمیل کر دیا، اس نئے قیامت میں بھی اللہ تعالیٰ انہیں اسی کیفیت میں اٹھائیں گے کہ یہ عباد جنوں حلی درؤں الا شہادہ علیاں ہوگا، جیسے مؤمنین متقین عشر میں بدوشن جہیں بدوشن اعضا کے ساتھ متعارف ہوئے یونہی یہ سود خورد اپنے دیوانے بن اور غیر انسانی حرکات کے ساتھ پوری انسانیت کے روبرو ذلیل و خوار ہوئے۔

فقد اخرج الطبرانی عن عوف بن مالک رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ايها الناس اني قد اتيكم من الله غل غلبا، ان لا تقضوا الغلول فمن غل شيئا اتي به يوم القيامة واكل الربا نعم اكل الربا بعث يوم القيامة جملته يغصط ثم قرأ الآية (روح المعاني ج ۲۲، مجمع الزوائد ج ۳)

قال العیثی رحمہ اللہ تعالیٰ، وفيه الحسن بن عبد الاول وهو ضعيف -
”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انا قابل معافی گناہوں سے بچو، و جملہ ان کے مال غنیمت کی چوری ہے، جو شخص غنیمت کی کوئی چیز چرائے گا روز قیامت اسے بیکر حاضر ہوگا۔ اور سود خوردی ہے جس نے سود کھایا اور ذقیات بھون و بھلی بنا کر اٹھایا جائے گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استشہاد میں یہ آیت تلاوت فرمائی“

سود خوردی کی اس سزا کا سبب ان کا یہ قول ہے ”انما البیع مثل الربوا“ ایک

تو ان لوگوں نے ایک قطعی حکم کا ارتکاب کر کے قانونِ الٰہی کی صریح خلاف ورزی کی، یہی جرمِ کبھی کم سنگین نہ تھا کہ اس سے بھی ایک حکم آگے بڑھ کر قانون کو چیلنج کر دیا کہ بیچ بھی تو مثل سود کے ہے؟ اس جرمِ ہنات کی پاداش میں ہمیشہ کے لئے جہنم کا ایندھن قرار پائے۔

ان کا یہ بیچ و خرید استدلال چونکہ حق کی چھات و غیبت کی منہ برستی دلیل تھی اس لئے قرآن مجید نے بھی اس جہالت کا جواب بالمشافہ انداز کی بجائے حاکمانِ خدا سے دیا:

واحل للناہ البیوع و حرم الربوا -

دو بیع و باو فرق کسی بڑے سے بڑے احمق پر بھی نفع نہیں، تجارت کی بنیاد باہمی تعاون اور نفعِ دہانی پر ہے، بائع و مشتری اپنی جسمانی قوت، ذہنی صلاحیت اور قیمتی وقت صرف کر کے برائی حاصل کرتے ہیں، اس کا باہمی مبادلہ کر کے ایک دوسرے کو اور باواسطہ پوری قوم کو نفع پہنچاتے ہیں۔

اس کے برعکس سود کی بنیاد خود غرضی، مفاد پرستی اور کسبِ زور پر ہے، سود خود سرمایہ قرض دے کر مقروض گھر بیٹھے وصول کرتا رہتا ہے اسے اس سے کوئی سروکار نہیں کہ قرض کو اس سرمایہ سے کچھ نفع بھی ہوا یا خسارے میں رہا؟ شریعِ سود وہ منافع میں سے ادا کرے یا اپنی گھر سے، بلکہ بھیک مانگ کر؟

علامہ اداویں اس پہلو سے بھی فرق واضح ہے کہ بائع و مشتری کا معاملہ ایک بار ہونے کے بعد ختم ہو جاتا ہے، بائع کو مشتری سے کم و بیش جتنا نفع لینا تھا ایک بار لے لیا، مگر سود خود مہلت کے منافع لینا ہے اور مسلسل لیتا رہتا ہے، مدیون اس کے سرمایہ سے خواہ فائدہ حاصل کرے یا نہ کرے۔

مثلاً کسی پھیر نے سودی قرض لے کر اپنی وقتی ضرورت میں صرف کر دیا یا اس سے چوری ہو گیا، باب و باو ہی پر تدار نہیں تو وہ سود خود دانی کی طرف سے کسی تخفیف یا تدار کے کا مستحق نہیں، بلکہ یہ تیسب اسے مزید فیٹتا پلا جائے، تدار تھیک اپنی پونجی، گھر کا اثاثہ ان کے کپڑے بچ کر قرضِ حق سود ندادا کر دے۔ تجارت کی کسی صورت میں ایسی بہیمیت کا دائرہ دور تک کوئی انسان نہیں۔

”اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے کسی کفر کرنے والے کی کسی گناہ کے کام کرنے والے کو؟“
 سودی مال جتنا بھی بڑھ جائے انجام ہر اللہ تعالیٰ اسے مٹا کر نیست و نابود کر دیتے ہیں،
 ایسا مال نہ دنیا میں پھلتا ہے نہ آخرت میں باقی رہتا ہے۔

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : اسویا
 وان کثر فان عاقبتہ قصیر الی قل (مسند احمد بیہقی، ابن ماجہ مطبوعہ، حاکم مطبوعہ ۲۳۲)
 قال اللہ اکبر رحمہ اللہ تعالیٰ : ہذا اصول صحیحہ لا یستدل بہ احد من اصحابہ واولی الامر فیہ رحمہ اللہ تعالیٰ
 ”دول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، سود کا مال اگر چہ بڑھ جائے مگر
 اس کا انجام ہمیشہ بے برکتی اور کمی کی طرف لوٹ آتا ہے۔“
 اس میں غیبت کا کثرت سے قلت کی طرف آنا کوئی نظریاتی مسئلہ نہیں بلکہ کھلی آنکھوں شاہد
 کہ سود غور کا مال بڑھ جاتا ہے اور بڑھتے بڑھتے طموار لگ جاتا ہے حتیٰ کہ بہت سے دیکھنے
 والوں کی رائیں ٹپکنے لگتی ہیں یا بہت لڑا جاتا تھا اور فی۔

مگر جو ہی اس پر اعتماد پڑتی ہے ایک بیک کروڑوں سے لڑھک کر اکھوں میں آہ
 پھر لاکھوں سے ہزاروں اور سیکڑوں میں آ جاتا ہے، بالآخر کوڑی کوڑی کا عسج ہو کر زبان حال
 سے پکار اٹھتا ہے ع

دیکھو مجھے تیرا عسرت نکلا ہو

یہ بھی ایک تاریخی انکار حقیقت ہے کہ اس قسم کے سوال کی نکاسی کس جائز اور معقول
 مصرت میں نہیں ہوتی، یہ عموماً چوروں ڈاکوؤں کے پیٹ میں اتر جاتا ہے یا پولیس اور اہلکاروں
 کا قلم تر بن جاتا ہے یا پھر ناگہانی آفات و حوادث کی نذر ہو جاتا ہے، نیز ایکشن (جس میں
 چار پانچ ٹیلیں کا فریب تو معمولی سی بات ہے) کا بھوت بھی ایسے ہی لوگوں کے سر پر سوار ہوتا ہے
 اور کوئی نہیں جانتا کہ قصبہ خانوں، تار خانوں اور شراب خانوں کی رونق بھی انہی لوگوں کے دم
 قدم سے رہتی ہے، غرض حرام کا پیسہ: ”مال حرام بود بجائے حرام رفت“ کے مصداق اپنی
 نکاسی کی راہیں خود تلاش کر لیتا ہے۔

اگر شاذ و نادر سودی مال کسی کے پاس محفوظ رہ جائے تب بھی سود غور کی طبیعت
 میں سنگ دلی، تنگ دلی، بزدلی، جنون کی حد تک حرم دہوس اور خست و ذلت کے

دوسرے مظاہر کی صورت میں اس کے نتائج کی ہرچہ کر رہتے ہیں۔

یہ اس کا ذمیوی انجام تھا، آخرت میں مال سود کا بے سود و بیہودہ ہونا بالکل عیاں ہے، ایسا مال کمانے والے کے گھمے کا طوق اور سر کا دہل ہے، اس مال سے کیا گیا صدقہ خیرات حج وچہاد اور صلہ رحمی قارت واکارت ہے۔

عن ابن ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ایھا الناس ان اللہ طیب لا یقبل الاطیبا الحدیث (صحیح مسلم ص ۳۲ ج ۱)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! اس لوگو اللہ تعالیٰ کی

ذات پاکیزہ ذات ہے اور انکی بارگاہ میں صرف پاکیزہ مال ہی شرف قبول پاتا ہے۔

سود کے برعکس حدیث کے مال کو اللہ تعالیٰ بڑھا دیتے ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

عن ابن ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ما من يوم

یصبح العباد فیہ الا ملکان یقرآن فیقول احدهما للامم احط منلقا خلفا ویقول

الآخر لاھما عظم مسکنا تنقا (صحیح بخاری ص ۱۲۱ ج ۱) صحیح مسلم ص ۳۲ ج ۱

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر صبح دو فرشتے آسمان سے

اترتے ہیں ایک کہتا ہے:

”اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بڑا عطا فرما“

اور دوسرا کہتا ہے:

”اے اللہ! مال روک کر رکھنے والے کو بربادی دے۔“

عن ابن ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

من تصدق بعدل تمرة من کسب طیب ولا یقبل اللہ الا الطیب فان اللہ

یتقبلھا ایمنہ ثم یورثھا الصابہ کما یورث احدکم فلولی حق فلولی حق فکون مثل

الجمل (صحیح بخاری ص ۱۱۱ ج ۱) صحیح مسلم ص ۳۲ ج ۱

”اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے پاکیزہ کمانی سے

کھجور کے دانے برابر بھی صدقہ کیا۔ اور اللہ تعالیٰ پاکیزہ مال ہی قبول

کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اسے دائیں ہاتھ میں لے کر قبول کرتے ہیں پھر صاب

صدقہ کے لئے اسے بڑھاتے رہتے ہیں جیسے تم میں ایک آدمی اپنے بھیرے

کو بال پوس کر بڑھاتا ہے حتیٰ کہ وہ صدقہ بڑھ کر پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔
جیسے حرام مال کی تباہی کی قدر کے تفصیل بتائی گئی ہے اسی طرح پاکیزہ مال میں اللہ تعالیٰ
کی طوف سے برکت و زیادتی بھی ایک مشاہد حقیقت ہے، ایک تو ایسا مال کسی غلط جگہ
ضائع نہیں جاتا، دوسرے عام لوگ جس مقصد کے لئے بڑی دولت و محنت صرف
کرتے ہیں صلح و دینداران کا وہ مقصد تھوڑے سے مال میں گھر بیٹھے نکل آتا ہے۔

درس عبرت :

زکوٰۃ و صدقات کی برکت سے مال کا بڑھنا اور ان کے روکنے کی غوسٹ سے مال کا
گھٹنا ایک ایسی روشن حقیقت ہے جس کے کسی منصف مزاج کا فکرو بھی بھال نہ کر سکیں،
مگر انفس و نگ دیو کی غلامی نے آج کے مسلمان کی نظر سے اس روشن اور چمکتی حقیقت کو بھی
اوجھل کر دیا، اس مسلمان معاشرہ میں کتنے مسلمان ہیں جو فریضہ زکوٰۃ کے تارک ہیں انھیں
اپنے مال کا چالیسواں حصہ نکالنا گوارا نہیں مگر دوسری طرف یہ گوارا ہے کہ امراض ناگہانی
آفات و حوادث یا ناجائز مصارف میں اس سے بھی دس گنا زائد مال نکل جائے ج
خوشیہ ہیں نہیں آتی ترے دیوانوں کی

ذیل میں ایک شخص اسلام انگریز کا واقعہ درج کیا جا رہا ہے شاید کس ناخلف مسلمان کی
چشم عبرت و امیر۔

حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب کا ندھلوی قدس سرہ فرماتے ہیں :

”میں نے اپنے بچپن میں اپنے والد صاحب سے اور دوسرے کئی لوگوں سے بھی
یہ قصہ سنا کہ ضلع سہارنپور میں قصبہ بہت سے آگے انگریزوں کی کچھ کوشیاں
تھیں، بنگلہ ان کے پہلو میں بھی جہاں اعلیٰ حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ
کا دریاں بڑا اور اس کے قرب و حوا میں بہت سی کوشیاں کاروباری تھیں جن میں
ان انگریزوں کے کاروبار چرتے تھے اور ان کے مسلمان ملازم کام کیا کرتے تھے اور
وہ انگریز وہی نکلنے وغیرہ کے شہروں میں رہتے تھے، کبھی کبھی معاہدہ کے طور
پر اگر اپنے کاروبار کو دیکھ جاتے تھے، ایک مرتبہ اس جنگل میں آگ لگی جو کبھی
کبھی مختلف وجہ سے لگتی رہتی تھی اور وہاں کے باغات و جنگلات کو جلا دیتی تھی،
ایک دفعہ اس جنگل میں آگ لگی اور قریب قریب ساری کوشیاں جل گئیں،

کہ کئی میں سے سوداوانہ کریں گے، دونوں خانہ الفی کا معاملہ مکہ مکرمہ کے گورنر حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدالت میں آیا تو انھوں نے یہ قضیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھ بھیجا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں، جنھیں لکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عتاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس روانہ کر دیا، قرآن مجید کی یہ دو آیتیں تنبیہ سن کر بنو نضیف کے لوگ کہنے لگے ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں اور بقیہ سود ترک کر دیتے ہیں، پس اس میں سے کچھ وصول نہ کیا؟ (اس کی تشریح ص ۳۳ ج ۱ وغیرہ)

ان دونوں آیتوں میں سود خوری پر دوشدید و عیدیں سنائی گئی ہیں۔

ایک تو سود ترک نہ کرنے پر زمرہ مؤمنین سے خاصاً جوئے کی وعید:

وذر دھابقی من الدنیا ان کنتم مؤمنین۔

یہ ایسے ہی ہے جیسے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

واظہر حوالہ اللہ ورسولہ ان کنتم مؤمنین (۱۰۸)

فانما احق ان تمشوا ان کنتم مؤمنین (۱۳۰۹)

اس وعید کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر تم مؤمن ہو تو ایمان کا تقاضا پورا کرو اور اس جسم سے باز آ جاؤ ورنہ تمہارے دھواں ایمان کا کچھ اعتبار نہیں۔

اور دوسری وعید سود نہ چھوڑنے کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اوزن جنگ ہے، یہ سود خوروں کے لئے سب سے بڑی اور آخری تنبیہ ہے کہ اس جرم سے باز آ جاؤ ورنہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان جنگ منہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

”قیامت کے روز سود خود سے کہا جائے گا ہتھیار بند ہو کر جنگ کے لئے نکادو ہو جا، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی گئی ان لوگوں پر: (۱) (تشریح ص ۳۳ ج ۱ وغیرہ)

اور آپ ہم سے منقول ہے:

”جو شخص سود خودی سے باز نہ آئے تو حاکم مسلم پر فرض ہے کہ اول اسے توبہ

کی تلقین کرے، اگر باز آجائے تو درست ورنہ اس کی گردن لٹائی جائے“ (حوالہ باقی)

سود خوروں پر اللہ کا غضب اور عذاب (۱) ارشاد ہوا ہے کہ قرآن کریم میں شرک کے بعد

سود خوردی کے سوا کسی بڑے سے بڑے گناہ پر اعلان جنگ نہیں فرمایا۔

اگر کسی سود خورد کے دل میں شہرہ بابر بھی فکر آخرت ہو تو اسے چھوڑنے کے لئے یہ وعید کافی ہے، احادیث مبارکہ میں کہا ہے کہ اگر کسی کی طرف سے فہرست ملتی ہے مگر کسی کبیرہ سے کبیرہ جرم پر بھی یہ وعید نہیں سنائی گئی، سود صرف شرعی نقطہ نظر سے ہی نہیں، معاشرتی اور انسانی اور انسانی پہلو سے بھی ایک سنگین، بدترین اور مہلک ترین جرم ہے، سود خورد درحقیقت آدم خورد درندہ ہے بلکہ درندہ سے بھی مہلک تر، درندہ بھی اپنے ہم جنس درندہ کے پر بہت کم ہاتھ ڈالتا ہے مگر انسانی روپ میں یہ درندہ اپنی ہی برادری کا خون چوس چوس کر پیتا ہے، امام ابو عبد اللہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے

فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله ورسوله

کے ذیل میں نکل کیا ہے کہ ایک شخص امام مالک بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: "میں نے شراب کا ایک ایسا رسیا اور نشہ میں چڑھتا شخص دیکھا جو چاند کو پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا، اس پر میں نے کہا:

"اگر انسان کے پیٹ میں شراب سے بھی بدتر کوئی چیز اترنے والی ہو تو میسر ہی ہوگی کو مطلقاً؟

آپ نے فرمایا:

"ابھی لوٹ جاؤ کہ میں تمہارے مسئلہ میں غور کروں؟"

وہ دوسرے دن آیا تو بھی فسر لیا:

"ابھی لوٹ جاؤ کہ میں تمہارے مسئلہ میں غور کروں؟"

وہ تیسرے دن آیا تو فسر لیا:

"تمہاری بیوی کو مطلقاً بڑ گئی، اس لئے کہ میں نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں انتہائی غواتہ برکیہ مگر سود سے بدتر کوئی چیز نظر نہ آئی، اس لئے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان جنگ ہے؟"

(المجامع الاحکام النورانی ص ۲۳۲)

(۶۵) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا الرِّبَا أَمْضَا مَا مَضَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ

تفلحونہ واتقوا النار التي أعدت للكافرين ۵ (۳ : ۳۱)

بشدة الکلی ۱۵

۵۔ اے ایمان والو! سود مست کھاؤ کئی حصے زائد اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیکڑ

کو تم کا سیب ہو، اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے ۶

پہلی آیت میں تقویٰ کی تعریف کی گئی کہ اللہ تعالیٰ کا خوف کھا کر سود خوری سے باز آجائے

زمانہ جاہلیت میں عام دستور تھا کہ ہا جن ایک متعین میعاد یا نذرہ کو سود پر قرض دیتے تھے

میعاد گزر نہ پر جب قرضدار ادا قرض کی سکت نہ پاتا تو ہا جن سود کی مقدار بڑھا کر آگے

کے لئے مزید بہت دیدیتا، دوسری میعاد آنے پر بھی جب قرضدار لانا نہ پاتا تو سود اور

بڑھا دیا جاتا، اس طرح وقت گزرنے کے ساتھ یہ سود دو چند دو دو چند ہو جاتا، آیت بالا

میں مسلمانوں کو ڈرایا گیا کہ اس انسانیت کش حرکت سے دور رہیں۔

اختصاصاً مضاعفہ کا یہ مطلب نہیں کہ سود صرف اسی صورت میں حرام ہے جب وہ

دو چند دو چند ہو، یہ قید احترازی نہیں بلکہ واقعی ہے، یعنی زمانہ جاہلیت میں سود لینے

دینے کا جو غیر انسانی طریقہ جاری تھا اس کی مذمت ہے، ورنہ سود کی تمام صورتوں کا حرام

ہونا اور پرکی آیات میں گزر چکا۔

نیز سود خوری کی جسے لت پڑ جائے وہ انجام کار اس مرض جاہلیت میں مبتلا ہو کر رہے گا

یعنی سود کا تھوڑا سا مال نے کر آگے سود بڑھ جائے گا، پھر اس سود کو سود پر دے گا تو یہ

بڑھتے بڑھتے آخر اختصافاً مضاعفہ بنی ہو جائے گا۔

بلکہ جب سود خود کا اصل سرمایہ بدستور محفوظ ہے اور وہ بہت پر سود وصول کرتا

جاریا ہے تو کچھ وقت گزرنے پر یہ سود اصل سرمایہ سے بڑھ جائے گا اور بڑھتا ہی چلا

جائے گا، اسی طرح ہر سود مال کار اختصافاً مضاعفہ بن کر رہتا ہے، گو یا سود کا ایک

روپیہ بھی جان کار وگ ہے۔

اس مقام پر بھی پہلی آیت کی طرح مذہب جہنم کی وحید سنائی گئی ہے اور یہ کہ یہ آگ

در حقیقت کفار کے لئے تیار کی گئی ہے، گو یا سود خود کا ٹھکانا کفار کے ساتھ بنایا گیا۔

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر برہمی دل ہلا دینے والی بات تحریر فرمائی ہے

فرماتے ہیں:

والا اس وحید کا اصل مصداق وہ کفار ہیں جو ربا کو سیاح سمجھ کر وصول کرتے ہیں

لیکن بعض مفسرین نے یوں تفسیر فرمائی ہے کہ اس بدترین گناہ سے بچو جو انبیاء

بشارۃ النبی

سلب ایمان کا سبب بن کر تمہیں ہمیشہ کے لئے جہنم کا ایندھن بنا دیگا، بہتر ہے کہ بڑا یہ ہے جس کی خواہش سے مرتے وقت انسان کا ایمان سلب ہو جائے اور جن میں والدین کی نافرمانی، رشتہ داروں سے قطع تعلق، سود و غری، امانت میں خیانت اور اللہ کے بندوں پر ظلم قابل ذکر ہیں ؟

(الحج مع الاحکام الفرقان: ۲۴)

یہ چھ آیات حرمتِ ربا پر مخصوص تفسیر ہیں، ان کے علاوہ اور بھی کئی آیات حرمتِ ربا پر صراحت یا اشارتِ دل ہیں مثلاً :

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ الْآيَةِ (۲ : ۱۸۸)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ الْآيَةِ (۳ : ۲۹)

وَإِذَا هُم بِالرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ الْآيَةِ (۳ : ۱۶۱)

سَمِعُونَ لَكَذِبٍ الْمُخْلَوْنَ لَكَذِبَتِ الْآيَةِ (۵ : ۴۲)

وَمَا أَمِيتُمْ مِنْ رِبَا لِيَوْمِ فِي أَسْوَاقِ النَّاسِ فَلَا يَرِيضُوا عَنْهُ اللَّهُ الْآيَةِ (۳ : ۳۹)

ہم اختصار کے پیش نظر ان کی تشریح میں جانے کی بجائے آگے اداویت ورجع کرتے ہیں۔

اداویت :

① حج الیٰ ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال :

اجتنبوا السبع الموبقات قالوا یا رسول اللہ وما هن ؟

قال الشریک باللہ والسحر وقتل النفس المی حرم اللہ الا بالحق واكل الربوا

واكل مال الیتیم والتولی یوم الزحفۃ وقلۃ المخصصات المؤمنات الغافلات۔

(صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ابی داؤد)

واللفظ الیٰ ہریرۃ۔

• نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

سات نہلک کنہوں سے بچو :

صلیٰ اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا :

یا رسول اللہ : وہ کون سے ہیں ؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

”اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، اور اس جہان کو ناحق قتل کرنا جس کا قتل اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا مگر عیاں طور پر (بحکم شریعت) سود کھانا، شیم کا سال کھانا، اللہ کے دشمنوں سے نفسان کی جنگ میں چشم بھیر کر بھاگنا اور پاک دامن بے خبر مؤمنہ عیبیوں پر تہمت لگانا“

(۲) عن صرة بن جندب عن رسول الله صلى الله عليه وآله قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: رأيت القیلة رجلین ایما فی فاسطرجانی فی ارض مقدسة فاقطعا حلق النیدین علی ظهر من دم فی رجل قائم وعلی وسط النهر فی رواية علی شط النهر وجعل یدیه جوارح فاقبل الرجل الذین فی النهر فاذا اراد الرجل ان یدخر رجلی فی جحر فی فیض فهداه حیث کان فجعل کلما جاد فی جحر رجلی فی فیض فجحر فی جحر کما کان فعلت من هذا فقال الذی راؤنه فی النهر ان الرجل (صحیح بخاری ص ۱۷۷) حاشیہ ۱ و ۲

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، رات میں نے خواب دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے اور مجھے ایک پاکیزہ سرزمین کی طرف لے گئے، ہم چلتے رہے حتیٰ کہ خون کی ایک نہر پہنچے جس میں ایک آدمی کھڑا تھا اور دوسرے کے پاس سے ایک اور آدمی کھڑا تھا جس کے سامنے پتھر پڑے تھے، جو شخص نہر کے اندر تھا اس نے چٹا شروع کیا جب اس نے نہر سے نکلنا چاہا تو کنارے پر کھڑے شخص نے پتھر مار کر اسے اس کی پہلی جگہ کی طرف لوٹا دیا، اس طرح وہ جب بھی نکلنے کی کوشش کرتا یہ اسکے منہ پر پتھر مار کر اس کی پہلی جگہ کی طرف لوٹا دیتا، میں نے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ اس نے کہا، نہر کے کنارے کا شخص جس پر سنگ باری ہو رہی ہے، سود خور ہے؟“

(۳) عن جابر بن عبد الله عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ان

المرء لو سلكه وكاتبه وشاهد به وقال هم سواء (صحیح مسلم ص ۲۲۲)

(مفسرین ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (سنن ابن ماجہ ص ۲۲۲، جامع الترمذی ص ۲۲۲) ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، سود کھانے والے، سود کی تیر لکھنے والے اور سود پر گواہ بننے والوں پر لعنت بھیجی اور فرمایا یہ سب گناہ میں

بار کے شکر یک ہی تا

(۳) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اربعۃ حق علی المؤمن ان لا یدخل خدامہ، وبعۃ ولا ین یقرہم، نعیمہا من الدنیا والآخرۃ، و ان یشکل مال الیہم بغیر حق، والعاقبۃ لوالد بہ (راشد علیہ ص ۲۳)

قال الحاکم رحمہ اللہ تعالیٰ: ہذا احدیث صحیح الاسناد ویروی بخبر جاء وقد انضمت علی غشیہم، وقال الذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ: قلت ابوہم قال النسائی ماتوا۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چار شخصوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے کہ انہیں جنت میں داخل نہ کریں گے اور نہ اس کی نعمتیں پہنچائیں گے:-

① شراب کار سیا ② سود خورد ③ ناحق شیم کمال کڑائی والا ④ والدین کا فرمان۔
⑤ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: الریاء مثلان وسبعون بابا الیہما مثل ان ینکم الرجل امہ وان الریاء معروض الی سبعین المسلم (السیرۃ ص ۲۳) قال الحاکم رحمہ اللہ تعالیٰ ہذا احدیث صحیح علی شرط الشیخین ویروی بخبر جاء واخرہ الذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سود میں تہتر گناہ ہیں جن میں اولیٰ ترین گناہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں سے بدکاری کرے، اور بدترین سود کسی مسلمان کی اکبر و برتری ہے؟

⑥ عن عطاء الخضر صلی اللہ بن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: الریاء الفان وسبعون صویا الخضر صلی اللہ بن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: فی الاسلام و ذلک من الریاء الشد من اضعف وثلاثین زلیۃ، قال: ویأذن اللہ بالقیام للبر والفاجر مرہ بالقیام الا لای الریاء فانہ لا یقوم الا کا یقوم الذی یحبطہ الشیطان من المس (مصنف عبد الرزاق ص ۱۰۳، شعب الایمان للبیہقی ص ۲۳، الدر المنثور ص ۳۳)

قال العیثی رحمہ اللہ تعالیٰ: وعطاء الخضر اسلف لم یسم من ابی سلام (مجم الزوائد ص ۲۳) حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: سود میں تہتر گناہ ہیں جن میں اولیٰ گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص والدہ اسلام میں اپنی ماں سے بدکاری کرے، اور

سود کا ایک درہم تینتیس بار زنا کرنے سے زیادہ برا ہے، مزید کہنے فرمایا:
اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ہر نیک و بد کو سیدھے طور، کھڑا ہونے کا حکم فرمائیں گے
سوائے سود خور کے، کہ وہ نہیں کھڑا ہوگا مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے ایسا
فحش جس کو شیطان بھلی بنا دے پیٹ کر ۱۹

(۷) عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
من اتى ان فلاناً يباحل ليد حنن بيا طله حقا فقد برئ من ذمة الله عز وجل وفيه
رسوله صلى الله عليه وسلم ومن آكل درهما من ربا فهو مثل ثلاث وثلاثين
زنية ومن نبت لحده من سمحت فالنار اولئك به (المعجم الصغير للطبرانی مشکلا ج ۱
والاوسط، شعب الایمان للبيهقي ص ۲۹ ج ۲، مجمع الزوائد مشکلا ج ۳)

قال الهيثمي رحمه الله تعالى: فيه (ای فی اسناد الطبرانی) اسعد بن زکریا وهو ضعيف -
" رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے ناجائز طور پر کسی عاقل
کی اجازت کی تاکر کسی کا حق دہائے تو وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کی زبرداری سے نکل گیا، یعنی دونوں اس سے بیزار و بری ہیں، اور جس نے سود
کا ایک درہم کھایا تو یہ تینتیس بار زنا کے برابر ہے، اور جس کا گوشت پوست
حرام مال سے پیدا ہوا تو وہ جہنم میں جانے کا زیادہ حقدار ہے ۲۰

(۸) عن عبد الله بن حنظلة غسيل الملاذكة رضي الله تعالى عنهما قال قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم: درهم ربا يأكله الرجل وهو يعلم أشد من ستة و
ثلاثين زنية (مسند احمد ص ۱۵۸، مجمع الزوائد مشکلا ج ۳)

قال الهيثمي رحمه الله تعالى: رواه احمد والطبرانی في الكبير والوسط والاصغر
عن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سود کا ایک درہم جسے کوئی جانتے
ہوئے استعمال کرے چھتیس زنا سے بدتر ہے ۲۱

(۹) عن عبد الله بن مسعود رضي الله عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:
ما ظهروا في قوم الزنا والربا الا اسلوا بالنار جهنم عقاب الله (مسند ابن ماجه،
مجمع الزوائد مشکلا ج ۳)

قال الهيثمي رحمه الله تعالى: رواه ابو يعلى واسناده جيد -

وقال المنذر بن رستم رحمه الله تعالى : رواه الطبرانی في الكبير باسناد جيد

(۳۳) (التزكية والتزكية من ۳۳)

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : جس قوم میں زنا و زنا کا ظہور ہو اس قوم نے یقیناً اللہ تعالیٰ کا غضب اپنی جانوں پر اُتار دیا“

(۱۰) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :

لیلة امیری لما استکینا الی السماء السابعة فنظرت فوقی قال عذات فوقی فماذا ان برعد ویرق وصرع علی قال فانیث علی قوم یطرون کالبیوت لیجھ المہیات تری من خارج یطونہم قلت من هؤلاء یا جبریل ؟ قال هؤلاء اکلوا الربا المحدث (مسند احمد ۱۴۳ ص ۴۴۳)

صالح ابن ماجہ مشکا ، جامع الزوائد مشکا ج ۳ ، تصحیح ابن کثیر ص ۱۴۳

قال الہدی صلی اللہ علیہ وسلم : وفيه علی بن فہید وفيه كلام والغالب عليه الضعف -

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : شب معراج میں جب ہم ساتویں آسمان پر پہنچے تو میں نے اوپر کی عورت نظر اٹھا کر دیکھا تو اچانک گرج بجلی اور کڑک محسوس کی ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ایک ایسی قوم پر میرا گزر ہوا جن کے پیٹ ایسے تھے جیسے (بڑے بڑے) مکان ہوں ، جن میں سانپ (بھرے ہوئے) تھے ، جو پیشوں سے باہر (صاف طور پر) نظر آ رہے تھے ، میں نے پوچھا جبریل ! یہ کون لوگ ہیں ؟ انھوں نے بتایا : کہ یہ سود خور ہیں“

(۱۱) قال صلی اللہ علیہ وسلم فی خطبۃ حجۃ الوداع : الاکل شی ومن امر الجاہلیۃ

تحت قد ارجع موضوع و دیکھ الجاہلیۃ موضوعۃ وان اول ۲۱ اضم من و ما کما دم ابن ربیعۃ بن الحارث کان مسترضعاً فی بنی سعد فظننتہ ہذیل و وہ الجاہلیۃ موضوعۃ و اقل ریا اضم و لانا ریا عیا من بن عبد المطلب فانه موضوعۃ کلام الحدیث (تصحیح مسلم مشکا ج ۱ ، مسند احمد مشکا ج ۲۱ وغیرہما)

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے طویل خطبہ میں ارشاد فرمایا : سن لو ! زمانہ جاہلیت کی تمام رسمیں میرے قدموں تلے روند دی گئیں اور زمانہ جاہلیت کے خون (یعنی ان کے قصاص و دیت) ختم کر دیئے گئے ، سب سے پہلے قتل جسے میں معاف کرتا ہوں وہ اپنے خاندان میں سے رہیہ بن

عادت کا قتل ہے جو قبیلہ بنی سعد میں شیر خوار تھے اور انھیں قبیلہ بنی نضیر نے قتل کر دیا تھا، اور زمانہ جاہلیت کے تمام سود بھی (پاؤں تھکے) اور وعدہ کیے گئے، اور سب سے پہلے سود جو میں چھوڑا تاہوں وہ (میرے بچا) عباس بن عبد المطلب کا سود ہے وہ سب کا سب چھوڑ دیا گیا۔

(۴) وكتب رسول الله صلى الله عليه وسلم لأهل نجران: بسم الله الرحمن الرحيم هذا ما كتبكم محمد النبي رسول الله أن تجوزوا (الى قوله) ولنجران رعايتكم جوار الله وقمة محمد النبي على أنفسكم وبلدكم وأرضيتكم وأموالكم وأغائبكم وشاهدكم وعشركم بحقوقهم وأن لا يفتروا ما كلفوا عليه ولا يفتروا من حقوقهم ولا ملتكم (الى) ومن أكل ربا من ذي قبل فذا منى منه برشة (ولأهل النجورة) (عليه السلام) ج ۵ ، زاد المعاد ص ۱۳

۱۰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خبر ان کے لئے یہ تحریر لکھوائی: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یہ وہ عہد نامہ ہے جو محمد رسول اللہ نے اپنی خبر ان کیلئے لکھوایا (اپنی قولہ) خبر ان اور اس کے حقائق کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ اور محمد رسول اللہ کی طرف سے حفاظت کی ذمہ داری ہے، ان کی جانوں کے لئے، ان کے مذہب کے لئے، ان کی اراضی و اموال اور ان کے غائب و حاضر کے لئے اور ان کی برادری اور ان کی عبارت گاہوں کے لئے، اور اس بات کی ذمہ داری ہے کہ ان کے دین و مذہب اور حقوق میں سے کسی چیز میں تبدیلی نہ لائی جائے گی اور ان اپنی ذمہ میں سے جو شخص سود کھائے گا تو اس سے (مذکورہ بالا تمام امور میں) میں بری مائدہ ہوں ۱۱

اختصار کے پیش نظر انہی روایات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ورنہ کتب احادیث و تفاسیر میں تقریباً اتنی ہی روایات مذمت ربیعہ پر مزیع ملتی ہیں۔
معاشی نقصان :

معاشی تفصیلات :

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دخیلوں کے بعد سود خوری کی روحانی اخلاقی اور معاشی تباہ کاریوں پر بھی مختصر سی نظر ڈالی جائے، جن کو چشموں کو سود کی ظاہری چمک دمک نے خیر و کر رکھا ہے شاید ان سطحوں کو دیکھ کر ان میں کسی کی چشم بصیرت وا ہوا ہوتا ہے

نظر آجائے کہ یہ منقش سانپ اندر سے کس قدر زہر آتش ام اور تباہ کن ہے ۔

① اس حقیقت سے کسی کو اختلاف نہیں کہ سود کی بنیاد خود غرضی، مفاد پرستی اور زوالی پر ہے، اس میں چند گفتگو کر رہا ہوں ساہوکار اور بدینکار بنی نوع آدم کا خون چوک چوس کر پیتے ہیں، کوئی بتائے کہ میں نظام کا منتہا ہے مقصد سود و سے چند افراد کا مفاد ہو، مفاد بھی ایسا چھ پوری ملت کی معاشی موت سے وابستہ ہو۔ اس نظام میں انسانیت کی فلاح و بہبود کہاں سے آئے گی ۔

اگر اس نظام سے وابستہ افراد میں ایثار و سخاوت اور شرافت، انسانیت کا جو ہر مٹ کر بالکل نابود ہو جائے بلکہ اس نظام کے تحت پروان چڑھنے والا پورا معاشرہ ہی خود غرضی، دنیا طلبی اور آخرت سے بیزار کی کاشالی معاشرہ ہو تو یہ عمل تعجب نہیں، مع نمی روز از تخم بد باد نیک

④ فلسفی نظریات اور اصولی معاش کا تقاضا یہ ہے کہ کاروبار معاش میں شریک تمام افراد اس کے نفع و ضرر میں بھی یکساں شریک رہیں، منافع ہوں تو سب کے لئے ہمارے خسران ہوں تب بھی سب کے سر ۔

مگر سود خوروں کا قانون اس فطری اصول سے الگ تھلک اور سب سے نرکا ہے کہ وہ سرمایہ قرض دے کر اندیشہ سود و نہیوں سے بے نیاز گھر میں بیٹھ جاتے ہیں، اب کلو یا ہیں نقصان ہو تو یہ پورا نقصان فقط ان عاملین کے کھاتے میں آئے گا جو اپنے جسم و جان کی تمام صلاحیتیں اس پر کھپاتے رہے، اور منافع ہوں تو ان میں اولین حصہ سود خوروں کا ہو گا ۔

غرض کاروبار میں بچت ہو یا سرمایہ خسارہ بلکہ اصل سرمایہ ہی ڈوب جائے یا بچا کر قرضداروں کی کرک کرائی سب خاک میں مل جائے مگر ان کے ساہوکاروں کو ان باتوں کا کوئی غور نہ نہیں، انھیں ہر قیمت سود کی گئی بندھی رقم گھر بیٹھے ملتی رہنی چاہیے، کیا کہنا اس قسارت و شقاوت کے ۔

⑤ طبع دلائے اور خود غرضی چونکہ سود خوروں کے رنگ و رویش ہیں اور چاہیں جاتی ہے اس لئے وہ سرمایہ صرف انہی لوگوں کو دینا پسند کرتے ہیں جن سے سود زیادہ سے زیادہ ملنے کی امید ہو، کسی سیکھ اور مفلوک الحال انسان کو قرض حسن تو کیا کم شرح سود پر قرض

ملکی معیشت پر اس کا جو اثر پڑتا ہے وہ مناج بیان نہیں۔

⑤ جب دولت ہر طرف سے سمت کرچند ہاتھوں میں آجاتی ہے تو یہ خسرو لوگ اپنی دولت کے بل ہر پمانہ طبقہ کے جسم و جان، عزت و آبرو اور مال و مستلح غرض ہر چیز پر تسلط جالیٹے ہیں، انھیں غلام بنا کر ان کی عزتوں تک سے کیٹتے ہیں، ان کی ہونجی لوٹ کر انھیں بے آبرو اور ہمو کا ننگا کر کے چھوڑنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں دیتے۔ جس ہلکان کا لاشتکار، نیم جان مزدور اور شہر بونجئے سوداگر کو یقین ہو کہ میری دن بھر کی محنت و مشقت کا ثمرہ سو چار سا ہو گا دے اڑے گا اور میرے پٹے بجز حسرت و یاس کچھ باقی نہ رہے گا، تو کیا یہ سوچنے میں وہ حق بجانب نہیں کہ دن بھر کی جان کا ہی سے مجھے کیا فائدہ؟ اگر یہ سوختہ نصیب ہی پار کر بیٹھ جائے، یا زندگی سے تنگ آکر خودکشی کر لے، یا تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق چور، ڈاکو، اچکا اور اتھالی گھبراہٹ میں جاتے تو یہ بات کچھ انہونی نہیں بلکہ عین قرین تیاں ہے۔

اب سوچا جائے کہ مسکین اور متوسط طبقہ جو معاشی ڈھانچے کا اصل قوام اور معاشرہ کا اکثریتی عنصر ہے، اس کا جذبہ عمل سرد پڑ جانے سے قومی معیشت کس بری طرح متاثر ہوگی؟ لاکھوں افراد کے افلاس، بے روزگاری، ملکی صنعت، تجارت، زراعت و دیگر کاروبار زندگی کو کس حد تک مفلوج کر دے گی؟ یہ حقیقت محتاج بیان نہیں۔

غرض اس غیر نظری نظام میں اگر فائدہ ہے تو صرف چند سا ہو کار سود خوروں کا، انہی کو یہ پانا پوسا اور آگے بڑھاتا ہے، باقی تمام عاملین معاش کے لئے پیغام مرگ ہے، ان کی معیشت و اقتصاد، عزت و ناموس اور اخلاق و روحانیت غرض ہر چیز کا جنازہ نکال دیتا ہے۔

⑥ سودی کاروبار میں لوگوں کا اپنا سرمایہ نہیں ہوتا یا نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے جب اس مال پر من جانب اللہ حق کی افتاد پڑتی ہے اور سود خود پورے سرمایہ سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے تو وہ کہیں سنبھلنے کے قابل نہیں رہتا، ایک بار گرتا ہے تو گرا ہی چلا جاتا ہے، نتیجہ یہ کہ اس کا تو اصل سرمایہ اگر کچھ تھا تو صرف وہی گیا اور بنگ کا دیا ہوا پورا قرض ڈوب گیا، گویا سود خود کو جب تک لینے لگا رہا تو وہ اپنی جیب بھرتا رہا جب غسارہ ہوا تو

وہ کل کا کل یا اس کا اکثر حصہ قوم کے سرکاریہ۔

ثلاث الخاقعة ضد من

یہ سود کے نقصانات اور اس کی تباہ کاریوں کا ایک سرسری جائزہ تھا، تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ ان معاشی اور اخلاقی نقصانات کو مد نظر رکھتے ہوئے قرآن وحدیث کی وحیدانہ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات کچھ عمل معجب نہیں رہتی کہ تمام کبیرو گناہوں کی نسبت اس ایک گناہ پر اتنی سخت وعیدیں کیوں سنائی گئیں؟
دیکھو مجھے جو دیدہٴ عبرت نگاہ ہو:

یہ مضمون نامکمل رہے گا اگر سود خوروں کے عبرت آموز انجام کے چند واقعات درج کر کے ارشاد الہی:

بحق الله الزینا.....

کی صداقت پر منبر بولتی شہادتیں نہ پیش کی جائیں۔

دوبارہ ذیل دو واقعے ایک فقرہ راوی نے بندہ سے بیان کئے دونوں واقعے ہمس کے سامنے گزرے ہیں۔

① شہر..... کا مشہور ترین زور گرجس کی ان گنت دولت اور وسیع شہرت کے ناتے پورے شہر پر دھاک بٹھتی تھی، بچے بچے کی زبان پر اس کا نام تھا، اس نے شہر کے ہندو زورگروں سے سودی لین دین شروع کیا تو بکلفت اس کی دولت وشہرت کو بکھا نہیں گنا شروع ہو گیا، اس کی ترمیم اولاد نہ تھی، صرف دو دوکیاں تھیں، دونوں کی شادیاں کیں، بڑا اولاد ہے دین، جواری اور ادبائش قسم کا لڑکا نکلا، جو کئے، تاشاد شراب وشباب میں اس کی دولت لٹاتا رہا، آخر ش ایک روز نشے میں دھت دیل کے نیچے آکر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، کچھ دولت دوسرے داماد کے ہاتھ لگ گئی، سیٹھ صاحب جب تہی دست ہو گئے تو دونوں مکان بیچ کر شہر سے سیکڑوں میل دور ایک جگہ جا پڑے اور وہیں حسرت کی موت مر گئے، ایک وقت تھا کہ پورے شہر میں ان کا طوطی بولتا تھا مگر اب نام دلشان مرچکا۔

② اسی پیشہ سے منسلک ایک بہت بڑا سیٹھ جو کروڑوں میں کھیلتا تھا، کام کی اتنی بہتات کہ ایک بار میں کسی کام سے اس کی دوکان پر گیا تو جی دھرنے کی جگہ نہ

تھی، کم و بیش بائیس تیس کارگر بیٹھے مصروف کار تھے، اور طویل رات جاگنے کے سبب سب کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں، اسے بھی سوئی کاروبار کی لت پڑی جس کی خواہش سے ساری دولت گنو اگر کوڑی کوڑی کا محتاج ہو گیا، پوری جائیداد اس نعمت کی نظر ہو گئی، ساتھ پینشن لاکھ کی کوٹھی قرضوں میں ڈبوئی، اگر اسے پونے دسویں بیچ دی۔ اسی طرح لاکھوں روپے کی قیمتی اراضی اور دوکان بھی نیلام پر چڑھ گئیں، جب پوری جائیداد سے بھی قرض پورا نہ ہوا تو تنگ آنکر خود کشی کی ٹھانی کی، جب بار بار کی یہ کوشش بھی ناکام گئی تو قرضوں میں خود کے خوف سے روپوش ہو گیا اور اس خوف کے مارے بچیوں کی شادی ملک میں شرکت نہ کی، اب بیرون ملک کسی جگہ سیرا سی پتہ نہ کر زندگی کے ایام پورے نہ ہوئے۔ اس کا بھی کسی وقت پورے شہر میں ذکر کا تھا مگر اب !

پھر نے ہیں میر خود کوئی پوچھت نہیں

(۳) ایک دوست نے بندہ کو اپنی درد بھری کہانی سنائی :

”ملاں جو پارکائی نے علاقے میں آگوا دھار مالی خیر یاد، میں نے قدیم تعلق دار اس کی ویاننداری کی شہرت کے سبب ضمانت اٹھائی، قرض کی میندا دگرنہ گئی مگر وہ نہ آیا، طویل انتظار کے بعد اس کے گھر لاہور پہنچا تو پتہ چلا کہ وہ دیوانہ ہو چکا، اس لئے قرضوں میں سے چھپ کر کراچی چلا گیا اور کسی جگہ نعمت مزدوری کر رہا ہے، میں کراچی پہنچا تو مجھے سے مزید مہلت طلب کی اور طفل تسلیاں دیکر مجھے رخصت کر دیا، آخر انتظار کر کر کے دوبارہ کراچی پہنچا تو معلوم ہوا لاٹھ چلا گیا ہے، میں لاہور پہنچا تو وہیں سے بھی غائب۔

قصہ کوتاہ ایک لاکھ سے کچھ زائد قرضوں میں رقم سیرے سر آ پڑی جو میں نے چار دن چار اپنی گھر سے ادا کر دی۔

اس وقت بھی جب یہ سطور زیر تحریر ہیں، اس کے تعاقب میں کراچی گیا ہوا

نہیے۔

یہ کہانی سن کر بندہ کا دل بھر آیا اور اسے کھلایا

”اگر کے بندے، مالی معاملات میں بہت سوچ بچار سے کام لیا جاتا، چنانچہ

اتنا بھی معلوم نہیں کہ اس زمانہ میں کسی کی ذمہ داری اٹھانا آپ اپنے پاؤں پر کھپاڑی چلانے کی حماقت ہے ؟

وہ بولا :

”اس سے میری بیس سال سے مشائسا ہے . پہلے بھی میں انکی ضمانت دیتا رہا مگر آج تک اس نے وعدہ خلافی نہ کی تھی ؟

بندہ نے بھی اس بیوپاری کی شہرت سن رکھی تھی .

یہ باتیں سن کر مزہ حیرت ہوئی کہ اتنے عرصہ بعد اس پر یہ کیسی افتاد پڑی ،

آخر ایک دوسری ملاقات کے دوران اسی دوست نے بتایا :

”اس کے گھر جا کر حالات کے تشیع سے معلوم ہوا کہ خالم نے اس بار سود پر رقم لے کر کاروبار شروع کیا تھا ؟

(۴) کچھ کہیں کا انجام سب کو معلوم ہے .

بہیمیت کی انتہا :

سود خور مال و زر کی محبت میں ایسا غیور اور باؤا ہو جاتا ہے کہ اسے کسی انسان کی جان و مال یا عزت نفس کا پاس نہیں رہتا ، اسے کوئی چیز عزیز ہے تو وہ اپنی طرف اور اپنا مفاد ہے خواہ کسی قیمت پر ہی حاصل ہو . سود خور کی بہیمیت کا اندازہ دیکھ فریل واقعات سے لگایا جاسکتا ہے :

(۱) ایک مسکین شخص نے ساہوکار سے پانچ ہزار روپے لئے مگر اناس کے سبب ادائیگی نہ کر سکا ، ساہوکار نے ایک نو سود پر سود لگانا شروع کر دیا ، دوسرے سے بیوی بچوں سمیت غلام بنا کر بیگار لینا شروع کر دی ، ”بیک کرشمہ دوکار“

آخر عرصہ گزار کے بعد ساٹھ ہزار روپے دیکڑا سکے پنجہ ستم سے رہائی پائی .

(۲) ایک مسکین نے ساہوکار سے کسی وقتی ضرورت کے تحت چند روپے لئے جوڑ بھنے چڑھتے کئی ہزار بن گئے ، اس نے بھی مسکین کو جنگلی میں پھنسا کر پورے گھسے گھسے سمیت غلام بنالیا ، دن بھر بیگار لینے کے بعد رات کو مردوں کو بیڑ میں لگا دیتا ، آخر آزادی کی صورت یہ نکلی کہ ساہوکار نے اپنے ایک قرضخواہ کے ہاتھ اسے پانچ ہزار میں فروخت کر دیا ، اس نے قرض وصول کر کے اسے آزادی دی .

۲) ایک شخص نے پانچ ہزار قرض لئے اور چودہ ہزار روپے دیگر خلاصی پائی۔ یہ تینوں واقعات ایک بزرگ عالم دین نے بندہ کو بتائے اور فرمایا: سود کی لعنت اور وہال سے تباہ ہونے والے یہ لوگ ابھی زندہ ہیں؟ ان کے نام اور پتے بھی دیجئے۔

۳) امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ نے ۱۳۲۵ھ میں جمعیت علماء ہند کے سالانہ اجلاس منعقدہ پٹا در کی صدارت فرمائی اور اس کے لئے ایک سرگودھا اور تارنہی خطبہ تحریر فرمایا، اس خطبہ صدارت میں اچھائیس منونات کے تحت ہندی مسلمانوں کو درپیش مسائل کا تذکرہ اور ہر مسئلہ کا شریعت کی روشنی میں بہترین حل پیش کیا گیا ہے، اس خطبہ کے اہم اقتباسات حضرت کے سوانح نگار اور فرزند ارجمند مولانا انظر شاہ صاحب نے حضرت کی سوانح حیات ”نقشہ دوام“ میں پیش کیے ہیں، مولانا ایک جگہ لکھتے ہیں:

”صاحب خطبہ نے ان ہولناک رسوم پر طویل خاصہ فرسائی کے بعد اس سودی کاروبار پر خاص توجہ فرمائی جس سے مسلمانوں کی اقتصادی حالت تباہ و برباد ہو کر رہ گئی جیسا کہ سطور بالا میں گزرا، یہ سودی قرضے باہوم شادی بیاہ موت و پیدائش کی غلط رسوم کی ادائیگی کے لئے لئے جاتے اور اس طرح عمر بھر کے لئے ایک بے دربان مصیبت کو خرید لیا جاتا، اسلام میں جن چند گناہوں کو کیا گناہ میں شمار کیا ہے اور جن کی سزا دخول جہنم کے سوا اور کچھ نہیں ان میں سودی کاروبار ہے“

بہر حال حضرت شاہ صاحب نے صورت حال کی تباہی و بربادی پر توجہ دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”سود کی مثال جذام کے مرض جیسی ہے جو بڑھتا ہی جاتا ہے اور کم نہیں ہونے پاتا، حسب قواعد شرعیہ محمد یہ مسئلہ عادیہ علم سود ایک لعنت ہے جو دینے والے، لینے والے، اکنے والے، کھانے والے، اس پر گواہ بننے والے اور اس کی تحریر لکھنے والے پر ساری تقسیم ہوتی ہے، یہ دنیا میں روحانی، اخلاقی جذام ہے اور آخرت میں جہنم کا موجب ہے“

بلکہ صاحب مخطب نے بعض اسلامی ریاستوں کی تباہی کا سبب نصاریٰ سے
بھاری بھاری رقوم بطور سود لینا اور عدم ادائیگی کے نتیجہ میں ریاستوں کا ہاتھ
سے نکل جانا قرار دیا ہے (صفحہ ۲۳)

مولانا لکھتے ہیں :

”سگرافٹوس کو امت محمدیہ ہی کے معاند طبقہ نے اپنے ہر غیر طویل کی حکم مددی
کو اس شعبہ میں بھی ترک نہیں کیا، ایک ملک کے ”مجاہدین“ کا طبقہ سروس پر
خاص چٹوڑی، جسم پر نقش و نگار و کشیدہ کاری سے مزین واسکٹیں اور کئی گز
کی شلوار پہنے ہوئے ہاتھ میں سونٹا دبائے ہوئے ہندوستان میں داخل ہو گیا
اور یہیں سودی قرضے دینا اور بقیہ قرضوں کی ڈیولپمنٹ کے جہاد میں بڑا حصہ کر
حقہ لینے لگا“ (صفحہ ۲۴)

حاشیہ میں لکھتے ہیں :

”مجاہدین کا یہ گروہ اپنے سودی قرضوں کی وصولیابی میں کس قدر تشدد پسند
واقع ہوا تھا؟ ایک ثقہ راوی نے اس فقیر حقیر کو مستیاً، مستعلیٰ ضلع مراد آباد
میں ایک مفروض کی وفات ہو گئی، میت کا جنازہ اٹھا کر نماز کے لئے لیجانے
لگے تو مجاہد اپنے سونٹے کے ساتھ اچانک ظہور پذیر ہوا بولا بلکہ فرمایا :
”ابا یہ جہاد مفروض ہے، ہم اس سے اپنا قرضہ وصول کر سکتے ہیں“

شریک جنازہ لوگوں نے منت سماجت سے کہا کہ یہ تو غریب مرچ کاٹاب اسے
سماجت کیجئے، لیکن سود خوری جس مساوت کو پیدا کرتی ہے وہ کہاں ماننے
والی تھی، کو وہ پیکر مجاہد نے کاندھوں پر سے جنازہ اُتروا کر رکھ لیا، ڈنڈے کو دوٹو
ہاتھوں کی گرفت میں لیا اور اس وقت تک جنازہ نہیں اٹھنے دیا تا وقتیکہ غریب
مسلمانوں نے چندہ کر کے اس کے مطالبہ کی تعمیل نہیں کر دی، اللہ عزوجلنا
من ہذا القسوة ونعوذ باللہ من الشقاۃ ومن التیجاء علی اللہ ورسولہ
جس زمانے میں سود کے جہاد و عدم جہاد کی بحث زور و شور پر تھی حضرت
شاہ صاحب کو پنجاب کے سفر میں لاہور میں قیام کرنا ہوا، لاہور کے علماء و اہل
زہد فرو دگاہ پر جمع ہو گئے، جن میں مولانا ظفر علی خاں اخبار ”زمیندار“

والے بھی تھے، موصوفہ بھی اسی گروہ سے تعلق رکھتے تھے جو سود خوری کو مسلمانوں کے لئے سود مند سمجھتا، اس نیت سے کہ حضرت شاہ صاحب سے کوئی جواز حاصل کر لیا جائے سوال کیا تو حضرت نے فریضہ درگشت سود کی حرمت اُنس کی ہلاکت و بے انگیز یوں پر سیر حاصل گفتگو کی جو ظفر علی خاں کے مقصد کے بالکل عکس ثابت ہوئی، وہ بھی جہاں دیدہ تھے اسلوب بدل کر پھر سوال کیا تو شاہ صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا:

”بھائی! ہم مسئلہ کشف کر چکے، اب جس کو جہنم میں جانا ہو چلا جائے لیکن ہر گز وہی گروہوں کو بدل نہ جائے۔“

یہ مختصر جملہ سود کی اسی معضلوں پر خوب پھیلا ہوا ہے جس کا سلسلہ دنیا کے دلوں سے چل کر جہنم تک رہا ہے۔

علامہ رشید رضا نے ”المنار“ میں ایک عبرت انگیز واقعہ سود سے متعلق آیات کے تحت اپنے مشہور وطن مصر کا چشم دید لکھا ہے:

”ایک زاہد و پاکباز مصری مقبول اپنی دولت سے فریبوں کی بھرپور مدد کرتے، کوئی قرضیت تو بے تکلف رقم دیتے، جس کی نہ کوئی تحریر ہوتی اور نہ کتابت، مفروض خود ہی توجہ دلانا کہ اطمینان کے لئے کچھ نکھڑے، اس پر ان کا جواب یہ ہوتا:

”بھائی! کوٹا کر دیدو گئے تو تمہارا اسمان، نہیں دو گئے تو خدا نے تعالیٰ جس الجزار عنایت فرمائیں گے بہر حال میں تو نفع میں ہوں، پھر تحریر لکھ کر اپنے ثواب و اجر کو کیوں کم کروں؟“

حالات و مزاج نے رُخ پٹی تو یہی صاحبِ قہمتی سے سود لینے لگے اور پھر وہ وقت آیا کہ اپنے جیسے کو بھی رقم دی تو سود ہی پر دی۔

ہمارے اس ہندوستان میں نہاجنی استبداد اور سودی کاروبار نے کاکسوں کی آواز کو جس طرح نباہ لیا اس کی ایک مختصر تفصیل یہ ہے کہ یونی کے مشہور شہر گورکھ پور میں ایک صاحب نے نہاجن سے دس ہزار روپے سود پر لئے، چار سال کے عرصہ میں پچاس ہزار سود ادا کرنے کے باوجود زراصل کی ادائیگی

سنو قائم ہے۔

شہر کیا۔ یہی ایک اسکول کے ٹیچر نے پندرہ برس پہلے پانچ سو روپے سو روپے لے کر امانت سلسلہ ادائیگی کے باوجود جبکہ وہ اصل رقم سے بہتر تھی رقم میں چھتیس ہزار روپے دے چکا ہے، لیکن پھر بھی اصل رقم کی ادائیگی ہنوز نہیں ہوئی۔

کھانہ اور صنعتی شہروں میں فیکٹری کے ملازم جو مہاجنوں کی گرفت میں مبتلا ہیں ان کا تناسب ستر فیصدی ہے، ان کی تنخواہیں یہاں وصول کرتے ہیں اور ان غریب مزدوروں کو ایک کوڑی بھی مشاہدہ سے نہیں ملتی۔

جو بریت ہیبت اور دندگی سود خور میں پیدا ہوتی ہے اسکا نفع الیہ "جاسٹس" میں اس طرح پیش آیا کہ عدالت میں اس شہر کی کوئٹہ کی کان میں سیکڑوں مزدور پانی بھر جانے کی وجہ سے غرق ہو گئے، حکومت نے بطور امداد رقم دی جسے بالا بالا ہی مہاجنوں نے وصول کر لیا اور پسماندگان کو اسکا کی موت کے ساتھ اس امداد کو بھی بطور حسرت و بھگت پڑا جو حکومت نے پیش کی تھی۔

ان چند واقعات سے معلوم ہو گا کہ اسلام کی نظر اس مہاجنی نظام کی ہلاکت انگیزوں پر کس قدر دقیق و دور رس تھی کہ اس نے اسلامی معاشرہ میں سود کے لئے کوئی خفیہ جلی گنجائش باقی نہیں چھوڑی۔

مظلوم طبقہ کی آہ و بکاہ پر حکومتیں متوجہ نہیں تو زیادہ سے زیادہ مشرعوں کو کرنے کی طرف رخ نہ دیکھیں سرے سے اس کی مخالفت یا اس مصلحت پر مشتمل پابندی کو اسلام کے اور کسی کے حصہ میں نہیں آئی، لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ مصلحت دنیا اسلامی قوانین کی تحریروں اور مذاہن اسکیموں سے نکلے اٹھانے کے لئے تیار نہیں؟ (ص ۱۱۱ تا ۱۱۲)

اب ہم ان تجویزات کا ذکر کرتے ہیں جن کے مہاجرے سود خور اس صنعت کو جائز ثابت کرنا چاہتے ہیں، ماضی میں ان مہاجرے دس اور زیادہ کثرت کے ساتھ اب اسلامی اصولوں کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔

سورہ بقرہ میں کی تعلیمات :

① حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے :

ثَلَاثُونَ وَدَرَّتْ اَنْ رَسُولَ اللّٰهِ عَلَيَّ وَبِعَدِّ عَهْدِ الْوَيْلِ فَيَرْحَمُنِ جَهَنَّمُ فَتَنُوكَ

اَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَالْخَلَائِفَةُ وَالْوَلَدُ مِنَ الْعَوَالِمِ الرِّبَا (تفسیر ابن کثیر ص ۱۳۸)

"تین چیزوں کے متعلق میری آرزو یہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے

انہیں کھول کر بیان فرما دیتے کہ ہم مطمئن ہو جائے ، دادا اور کلاہ کی میراث کا

مسئلہ اور کچھ باب الزیوب و بایع سے ۔"

اس ارشاد کو کھلانا کہ بعض محدثین نے یہ پردہ پیگنڈہ شروع کر دیا کہ چونکہ ربہا کی کوئی متعین

تعریف بیان کرنے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے وصال فرما گئے اس لئے اس کا

مفہوم مبہم رہ گیا ، لہذا ربہا کی تعریف و تعین کے متعلق فقہاء نے جو لکھا ہے یہ انکا اپنا

وجدان یا اجتہاد ہے نہ کہ حکم قرآن ۔

محدثین کی پیشکش تبیس ابلیس اور کھلی فریب دہی کے سوا کچھ نہیں ، حقیقت یہ ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد صرف ربہا کی دوسری قسم (ربہا الفضل) کی بعض تفصیلات

جو نہ سے متعلق ہے نہ کہ نفس ربہا سے متعلق ۔ ربہا کی ضرورت مروجہ جو نزول قرآن کے وقت

بھی آج ہی کی طرح شائع تھی کبھی مبہم نہیں رہی ، چنانچہ ربہا سے متعلق آیات قرآن

اُترنے ہی تمام موافق و مخالفت ان کا منشاء سمجھ گئے اور اس کی حقیقت و ماہیت دریافت

کئے بغیر حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تو یہ علت سودی بین دین ترک کر دیا لیکن بدخست

کفار و شیطان قیاس نوا کر اسے جائز ثابت کرنے پر تیں گئے ۔

وَقَالُوا اِنَّمَا اَلْبَيْمُ مِثْلُ الْوَيْلِوَا ۔

محدثین سوچ میں کہ اپنا دشتہ کس سے جڑ رہا ہے ؟

مسئلہ ربہا کی حقیقت روز اول سے تا امروز بالکل بے غبار اور ظاہر و عیاں ہے ،

اس لئے قرآن نے بھی اسے دہرائے کی ضرورت نہ سمجھی " عیاں راجح بیاں "۔

ابنہ اس کی بعض جزئیات میں اختلاف کی گنجائش موجود ہے جن میں حضرات

مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کی آراء مختلف ہیں ، اور یہ اختلاف یقیناً امت کے حق میں

رحمت ہے ۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اشکال بھی اسی نوعیت کی بعض اجتہادی صورتوں میں تھا، ورنہ ربا کی حقیقت کسی عامی کے لئے بھی محل اشکال و اجمال نہیں، لہذا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی عظیم المرتبہ اور صاحب علم و اجتہاد شخصیت -

آپ کے ارشاد میں جدا اور کلالہ کا بھی ذکر ہے حالانکہ بنیادی طور پر ان کے مسئلہ میراث میں بھی کوئی ابہام نہیں، کلالہ کا مسئلہ قرآن مجید میں اور جد کا مسئلہ احادیث میں مذکور ہے، ان کے ذکر کرنے کا بھی واحد سبب یہی ہے کہ ان کی تفصیلات میں جزئی طور پر بعض اختلافات ہیں، جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بنکے ہر فقیہ و مجتہد کے لئے موجب فکر و تشویش ہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی کے ازالہ کی خواہش ظاہر کی -

حلا وہ بری خاص ربا کے متعلق آپ کا صریح ارشاد موجود ہے :

عن القاسم بن عبد الرحمن قال قال عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه انكم تترعون ان لا تعلموا بربا ولا شي اكون اعلمها احب الي من ان يكون لي مثل مضره كورثا ومن الامور امور لا يمكن يخفض علي احد هو ان يبتاع الذئب بالوردى لسيدنا وان يبتاع الشعرة وهي معصفرة ثم تقطع وان يسلم في سن (مصنف عبد الوزاق ص ۸ ج ۸)

”حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا، تم لوگ گمان رکھتے ہو کہ ہمیں ربا کے مسائل معلوم نہیں، اگر میں ان (تمام مسائل) کو جان لیتا تو یہ بات مجھے مصر اور متعلقات مصر کی عظیم سلطنت لئے سے بھی زیادہ عزیز ہوتی، تاہم اس جزئی اشکال کے باوجود مسائل ربا میں کئی مسائل ایسے ہیں جو کسی شخص پر بھی غلطی نہیں وہ یہ کہ سونے کو چاندی کے عوض ادھار فروخت کیا جائے اور نا پختہ پھل کو پختے سے پہلے فروخت کیا جائے اور جانوروں کی بیع سلم کی جائے“

اس ارشاد فاروقی سے یہ مسئلہ بالکل الم نشوع ہو گیا کہ ربا کی تعریف میں کوئی ابہام نہیں، ابہام یا اشکال ہے تو صرف اس کی بعض جزئیات میں، اس جزئی اور ضمنی اختلاف کا بہانہ بنا کر ربا کے صاف و صریح احکام کا انکار کرنا درحقیقت انصراف کا انکار ہے اور شاید ان منکرین کے علم میں نہیں کہ اس نوعیت کا اختلاف صرف مسئلہ ربا میں ہی

نہیں نماز روزہ، زکوٰۃ غرض اسلام کے تمام اساس احکام میں موجود ہے اور مسکد ربانی نسبت کئی گنا زیادہ ہے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سہروردی لکھتے ہیں :

حضرات صحابہ کرام میں ہزاروں مسئلے مختلف فیہ ہیں اور ائمہ اربعہ کے یہاں تو شاید فقہ کی کوئی جزئی ہو جو مختلف فیہ نہ ہو، چار رکعت نماز میں نیت باندھنے سے سلام پھیرنے تک تقریباً دو سو مسئلے ائمہ اربعہ کے یہاں ایسے مختلف فیہ ہیں جو مجھ کو تادم نظر کی نگاہ سے بھی گزر چکے ہیں اور اس سے زائد نہ معلوم کتنے ہوں گے۔

(فضائل تبلیغ ص ۲۵)

اب یہ لوگ چاہیں تو ان اختلافات کا بہانہ بنا کر نماز بلکہ دین کے پورے احکام سے جھٹی کر لیں۔

⑤ جواز سوہرہ دوسری دلیل یہ پیش کی جاتی ہے :

قرآن مجید نے باطل طریقوں سے دوسروں کا مال کھانے سے منع فرمایا ہے :

لَا تَأْكُلْ أَمْوَالَكُم مِّنْ بَيْنِكُمْ بِالْبَاطِلِ ۖ أَلَا تَعْلَمُونَ

اس آیت کا مصداق فقط وہی ذرائع آمدن ہونگے جن میں دوسروں کا مال ان کی رضا و رغبت کے بغیر حاصل کیا جائے، جیسے سرقت، غصب، خیانت وغیرہ اور سودی قرض کا معاملہ فریقین کی رضا و رغبت سے طے ہوتا ہے بلکہ یہ عموماً قرضدار کی تحریک پر ہوتا ہے، لہذا اس کے عدم جواز کی کوئی عقلی توجیہ سمجھ میں نہیں آتی۔

جواب ہے :

اکل تو اکل بالباطل کی یہ تفسیر ہی باطل ہے، مفسرین و مجہم اللہ تعالیٰ کی تصریح کے مطابق حصول مال کے تمام غیر مشروع اور ناجائز طریقے اکل بالباطل میں داخل ہیں، عام انہی کہ وہ فریقین کی رضا سے طے پائیں یا بلا رضا۔

قال الامام القسطلی رحمہ اللہ تعالیٰ :

من اخذ مالاً فربہ (یعنی وجہ اذن الشریع فقہ اکلہ بالباطل)۔

(الاجاز لاحکام القرآن ص ۲۳۳)

وقال العلامة البغوی رحمہ اللہ تعالیٰ :

(بالباطل) بالاحرام یعنی بالربا والقمار والغصب والسرقة والخيانة ونحوها۔
(معالم التفرسیل صفحہ ۲۳)

دوسرے اسی آیت میں یہ بھی ہے :

الآن تكون تجارة عن شواحن مستكره۔

ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر دست کھاؤ، لیکن کوئی تجارت ہو جو باہمی
رضا مندی سے ہو تو مضائقہ نہیں؟

صرف فریقین کی رضا مندی کافی تھی تو تجارت کی شرط کیوں لگائی گئی؟ صرف الاغت
شواحن مستكره ہی کیوں نہ فرمایا؟

معلوم ہوا کہ بغیر مالی معاوضہ کے جو تلفع اور زیادتی حاصل ہو وہ حرام ہے خواہ رضا
نوخش دلی سے ہی حاصل ہو۔

تیسرے صرنی سود (جو کسی نجی ضرورت پر قرض دیکر لیا جائے) کو یہ لوگ خود بھی حرام
کہتے ہیں، حالانکہ وہ بھی باہمی رضا مندی سے چلتا ہے وہی سود تجارتی قرض میں آکر کیسے
عادل ہو گیا؟ پھر تجارت کے لئے عموماً بیٹکوں سے سود پر روپیہ حاصل کیا جاتا ہے اور حصار
کی صورت میں غمیانہ پوری قوم کو جھگٹنا پڑتا ہے، کیا قوم کا ہر فرد اس یک طرفہ کھیل پر
راضی ہوتا ہے؟ جو معاملہ ایک فرد کے لئے موجب نقصان ہونے کے سبب ناجائز ہے وہی
معاملہ پوری ملت کے لئے تھا بھی وہ ہلاکت کا سبب بننے کے باوجود کیسے جائز قرار پایا؟

یہ جو بات علی سبیل التذلل دیکھئے ہیں، در نہ اس استدلال کی عظمت اور کھوکھلا پن
ایسا ظاہر ہے کہ کوئی عقل مند انسان اس سے فریب نہیں کھا سکتا، اگر سود خوروں کی یہ راج
تھوڑی دیر کے لئے تسلیم کر لی جائے تو پھر سودی کا کیا ذکر؟ جوئے کا وسیع کاروبار، بھگائی
کے اثر سے، رشوت کی گرم بازاری اور دوسرے تمام شیطانی مراکز باہمی رضا مندی بلکہ
رضا جوی سے چل رہے ہیں، پھر کیوں مذاں کو بھی جواز کی سند دیدی جائے؟

(۳) ایک چلتی سی دلیل یہ دی جاتی ہے :

جب ایک شخص مکان، دوکان اور سواری وغیرہ استعمال کے لئے دیکر اسکا مقول
کرایہ وصول کر سکتا ہے تو دوسرا شخص نقد سرمایہ دیکر اسکا کرایہ کیوں نہیں وصول
کر سکتا؟ جبکہ یہ اشیاء ضرورت سے زیادہ قیمتی اور نفع آندہ چیز ہے۔

جواب ہے :

اس دلیل میں بھی کوئی جان نہیں، ایک مای آدمی بھی اس حقیقت کو جانتا اور سمجھتا ہے کہ کرایہ ایسی چیز کا ہوتا ہے جو مستقل طور پر کرایہ دار کے استعمال و تصرف میں رہے، کثرت استعمال سے اس میں ٹوٹ پھوٹ یا بوسیدگی آئے، وہ مسلسل استعمال کے دوران اپنی قیمت کھیتی رہے، جیسے مکان، دوکان، سواری وغیرہ، نقد روپیہ بجائے خود کوئی استعمال کی چیز نہیں بلکہ اشیاء استعمال کے حصول کا وسیلہ ہے، جب تک اسے خرچ نہ کر دیا جائے اس سے کوئی چیز حاصل نہیں کی جاسکتی، اسے باقی رکھتے ہوئے اس سے کسی قسم کا انتفاع ممکن نہیں، لہذا اشیاء استعمال پر اسکا قیاس بے معنی ہے، سود خود جسے کرایہ کا نام دے رہے ہیں بھی چیز قرآن مجید کی اصطلاح میں رہا ہے۔

(۴) ایک دلیل یہ دی جاتی ہے :

کوئی شخص اپنا محفوظ سرمایہ دوسرے کو قرض دے کر خطرہ منہا لیتا ہے، صاحب سرمایہ چاہتا تو خود بھی اس سے خاطر خواہ نفع اٹھا سکتا تھا، مگر اس نے ایثار سے کام لے کر دوسرے کی نفع رسانی کو اپنے مفاد پر ترجیح دی، دوسرا شخص اس سرمایہ سے منافع کماتا ہے آخر مالک سرمایہ کو یہ حق کیوں نہیں پہنچتا کہ وہ بھی شریک منافع ہو؟ اور ایک قلیل حصہ قرضدار سے وصول کرتا رہے؟

جواب ہے :

کوئی شک نہیں کہ کسی کو قرض دینا ایک گراں قدر نیکی اور اعلیٰ درجہ کا ایثار ہے، مگر یہ کس حد تک کا فیصلہ ہے کہ ہر نیکی کی قدا اجرت بھی ضرور وصول کی جائے؟

ایثار کا تقاضا تو یہ ہے :

”نیکی کر دیا میں ڈال“

احسان دھرنے سے توروں :

”نیکی برباد گناہ لازم“ کا مصداق ٹھہرے گی۔

پھر جو قرض سود وصول کرنے کی نیت سے دیا گیا اسے ایثار کا نام کس منطق کی رو سے دیا جا رہا ہے؟ ایثار تو وہ نیکی ہے جو بے مزد و معاوضہ دوسروں کی خاطر کی جائے۔ غرض قرض دینا نیکی اور ایثار ضرور ہے مگر قرض یا واجب نہیں، کوئی خدا ترس اور

ہمدرد انسان ہمدردی کے ناتے یہ کام کرنا چاہیے تو ضرور کرے ورنہ اپنا سرمایہ اپنے پاس رکھے، لیکن اسکا تو کوئی جواز نہیں کہ در اسی نیکی کے عوض اتنی بڑی لعنت کا تجربہ کیا جائے۔
 خطرہ سول لینے والی بات بھی صحیح ہے کہ شاید حادثاتی طور پر یا قرضدار کی تعہد سے قرضخواہ کا سرمایہ ڈوب جائے مگر یہ خطرہ بھی کوئی مال و منافع تو نہیں جس کا مساوی وصول کیا جائے، پھر اس خطرہ سے تحفظ کا طریقہ بھی شریعت میں موجود ہے کہ قرضدار کی کوئی شے رہن رکھ لی جائے، یا اس سے معاوضہ کر لے ہوئے کوئی کفیل یا ضامن لے لیا جائے اس سے سرمایہ کے ضیاع کا خطرہ مٹ جائے گا، سود قرضدار پر ایک تادان ہے اس میں سرمایہ کے تحفظ کی کوئی ضمانت نہیں۔

⑤ اوپر کے جواب پر یہ اشکال کیا جاتا ہے :

آپ کہتے ہیں ہمدردی کے ناتے کسی کو قرض دے تو دے ورنہ اپنا سرمایہ اپنے پاس رکھے، ایسا ہمدردانہ تو لاکھوں میں کوئی ایک ہو گا ورنہ سرمایہ دار تو صرف سود کے پالچ میں قرض دیتے ہیں، اگر انھیں سود کا پالچ نہ دیا جائے نہ ہی سرمایہ کی واپس کا تحفظ دیا جائے تو قرض کا دروازہ بالکل بند ہو جائے گا، حالانکہ قرض آج معاشی زندگی کی ناگزیر ضرورت ہے، خود کی نجی ضروریات سے بیکر مسکوں کی فوجی ضروریات تک قرضوں سے پوری ہو رہی ہیں قرض کا دروازہ بند کرنے سے تو معاشی زندگی مفلوج ہو کر رہ جائے گی۔

جواب :

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرض کج کل کی مسرفانہ زندگیوں کا ایک لازمی جزو بن چکا ہے اور سود قرض جتنا ہے سہی دشوار، بالخصوص طویل المیعاد اور بھاری قرض کا ملنا، مگر اس کی بنیادی وجہ بھی سود کی گرم بازاری ہے، اس لعنت کو تمام مسلم و غیر مسلم ممالک نے قانونی تحفظ فراہم کر کے رواج عام دیدیا جس سے قرض حسن اور صدقات و تبرعات کے دروازے از خود بند ہو گئے، ورنہ بھلپ کی معاشی یلغار سے پچھلے صدیوں تک افراد کی نجی ضروریات، ان کی تجارتیں اور ملکوں کے دفاعی اخراجات سب کے سب بلا سولہی چل رہے تھے، اسلامی تاریخ کا ابتدائی سنہری دور اس پر گواہ ہے، جہاد اور دوسرے رفائی اجتماعی کاموں میں غیر مسلمان اس قدر عطیات دیتے کہ آج کے سودی مہاجن شاید بھاری شرح سود پر بھی بمشکل اس قدر سرمایہ فراہم کر سکیں، اس کا ایک

جھٹک دیکھنا منظور ہو تو ”نہیاتا الصدقاً بہ ص ۲۴۰“ بابہ انفاق الصدقہ بتی ص ۲۴۰
کا ملاحظہ کیا جائے، آج اگر دنیا سود کے جنگل میں پھنس جانے کے بعد اس سے کوئی نکلنے
کی راہ نہیں پاتی تو اس پر کیا کہا جائے سوائے اس کے :
”خود کردہ را علاج ہے نیست“

یہ صورت حال تو ایسی ہی ہے جیسے آج کل رشوت کی و بار اتنی عام ہو چکی ہے کہ کسی کا
جانز حق بھی رشوت دیکے بغیر نہیں ملتا، ہر حکمران کی لپیٹ میں ہے کوئی افسر رشوت خوئی
کے الزام میں سطل بھی ہو جائے تو وہ اس سے بھاری رشوت دیکر پھر بحال ہو جاتا ہے، کیا
اس صورت حال کو کوئی حاکم رشوت کے لئے جواز کی دلیل بنا کر پیش کر سکتا ہے ؟

اسلام میں سودی نظام کا متبادل مضاربہ کا نظام ہے جس میں ایک فسر د کا
سرمایہ اور دوسرے کی محنت ہوتی ہے، اس نظام میں دونوں کی برابر حق دسی ہوتا ہے
اگر قطع ہوا تو دونوں کا، سرمایہ دار کو اپنے سرمایہ کا اور مضارب کو اپنی محنت کا ثمرہ مل
گیا، اگر خسارہ ہوا تب بھی دونوں کا، ایک کا سرمایہ گیا دوسرے کی محنت گئی، جبکہ سودی
نظام میں خسارہ پورے کا پورا عامل کے کھاتے میں ڈال دیا جاتا ہے۔

بجاری نظام کی ضرورت و افادیت سے بھی کسی کو انکار نہیں، مگر سود کی پھاسست
نے اس کے ہر فائدے کو نقصان میں بدل دیا ہے، اگر تنگوں میں سود کی بجائے مضاربہ
کے پاکیزہ اصول پر کام شروع کر دیا جائے تو یہ ملک و ملت کے حق میں بہترین ادارہ ہے
ثابت ہوں۔ واللہ اعلم اور لا و اخلا۔

محمد رفیع رحیم

۵ محرم ۱۴۱۵ھ



besturdubooks.wordpress.com